© rasailojaraid.com

مغرب کا لباس ہے۔ آپ تو بے شک اسے اس طرح استعمال کریں گی جو ساتر ہو گی' لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے تو یہ ساتر نہیں ہے بلکہ اصل میں یہ مغربی لباس کی نقالی ہے۔ اس کے بجائے آپ اسلامیت اور پاکستانیت کو پھیلائیں' پاک و ہند کے دینی گھرانوں کو پیش نظر رکھیں۔ آپ پاکستان اور عالم اسلام کی صالحات کی پیروی کریں۔ اس سے دینی اور اسلامی ذہنیت نشوونما پائے گی' آخرت کی فکر پیدا ہو گی اور نیک خواتین کی طرح آپ میں بھی نیکی کا جذبہ پیدا ہو گا۔

نیک لوگوں کا لباس نیکی اور برے لوگوں کا لباس برائی کی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ انسان کا لباس' انسان کی صحبت تو آدمی پر اثرانداز ہوتی ہی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں کی صحبت سے بھی وہی اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو جانوروں میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بکریوں والوں میں مسکنت اور تواضع پائی جاتی ہے اور فخر و غرور اونٹوں کی دموں کو پکڑ کر چلنے والوں میں پایا جاتا ہے۔ لباس دراصل ذہنی طور پر اہل لباس کی صحبت ہے اور اس پر وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو صحبت پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے ہماری طرف سے آپ کی کزن سے گزارش ہو گی کہ وہ جینز کے استعمال کو ترک کر دیں۔ اس پر ان کو ان شاء اللہ فائدہ ہو گا۔

آپ کی کزن نے ایران' سعودی عرب اور پاکستان کے جن اونچے گھرانوں کی خواتین کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بھی پینٹ پہنتی ہیں' تو اس بارے میں عرض ہے کہ یہ وہ خواتین ہیں جو مغربی تہذیب کی نقالی کرتی ہیں اس لیے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ان کی نقالی کو چھوڑ دیجیے۔ ان کے بجائے دنیا کے اسلامی گھرانوں کی خواتین کو اپنے لیے نمونہ بنائیں جو مغربی تہذیب سے متاثر اور اس کی دلدادہ نہیں۔ وہ مغربی تہذیب کو باعث عزت و فخر سمجھنے کے بجائے اسلامی تہذیب و روایات کی قدر کرتی ہیں اور اس میں شرف و وقار سمجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق سے نوازے۔ (مولانا عبدالمالک)

امت کی بے حسی

ایک وقت امت مسلمہ پر ایسا تھا کہ وہ اپنوں ہی کی نہیں بلکہ اگر کسی غیر مسلم ملک میں کسی غیر مسلم نے بھی ان کو مدد کے لیے پکارا اور کہیں پر ظلم ہوا تو مسلمان مظلوموں کی امداد و نجات کے لیے پہنچ جاتے تھے۔ آج معاملہ برعکس ہے۔ امت مسلمہ پر جگہ جگہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں لیکن پوری امت خاموش نظر آتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے جس بنیادی مرض complaseency' لاتعلقی' اپنی ذات میں گم ہو جانا' اردگرد کے مسائل سے اپنے آپ کو لاعلم کر لینے کی طرف متوجہ کیا ہے' وہ دور جدید کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ کا مشاہدہ کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حد تک درست ہے کہ آج بہت سے مسائل و معاملات میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم دلچسپی اور ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ اس مسئلے کے تین بنیادی پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ دیا جائے۔

پہلی بات یہ کہ کیا حقیقت واقعہ کے طور پر یہ کہنا درست ہے کہ امت مسلمہ مظلوموں کی پکار پر لبیک کہنے میں دوسروں سے پیچھے ہے حتیٰ کہ جب خود مسلمان ظلم کا نشانہ بنتے ہیں تب بھی امت مسلمہ خاموش رہتی ہے؟ میرے خیال میں ابھی تک امت مسلمہ بحیثیت امت کے اتنی مردہ نہیں ہوئی ہے، ہاں جو حضرات امت مسلمہ پر سوار ہو کر بیٹھ گئے ہیں، ان کے مردہ ہونے کے بارے میں شاید ہی دو آرا پائی جائیں۔ آج بھی اگر کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، برما، جنوبی فلپائن، آذربائیجان غرض کسی مقام پر امت مسلمہ کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو امت مسلمہ چاہے، وہ امریکہ میں ہو، پاکستان میں ہو، مشرق وسطیٰ میں ہو، مسلمانوں پر ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی ہے۔ ہمارا ماضی کا نہیں آج کا مشاہدہ ہے کہ جہاد افغانستان میں امریکہ، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، پاکستان ہر ہر مقام سے نوجوانوں نے، جو امت مسلمہ کے صحیح نمایندے کہے جاسکتے ہیں، اپنے بھائیوں، بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کی پکار پر ظالم کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اپنی حکومتوں کی خاموشی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ گویا امت مسلمہ کی مٹی تھوڑی نہیں اچھی خاصی نم ہے اور ہمارا یہ سمجھنا درست نہیں کہ امت مسلمہ مردہ ہو چکی ہے۔

یہ درست ہے کہ امت کا ایک طبقہ جو اتفاق سے صاحب اقتدار بھی ہے، ذہنی اور مادی طور پر مغرب کے آقاؤں کا اتنا غلام بن چکا ہے کہ جب تک انھیں اپنے اپنے ان آقاؤں کی طرف سے سرکاری زبان میں "این او سی" نہیں مل جاتا، وہ امت کے کسی مسئلے پر زبان تک ہلانا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس طبقے کی کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے اور رہے گی کہ وہ امت مسلمہ کے مسائل کو مغرب کی نگاہ سے دیکھے اور مغرب کے تجزیے اور ترجیح کو اپنے فیصلوں اور حکمت عملی کی بنیاد بنائے۔

اس قسم کے افراد یہ بھی چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ آج کی لہو الحدیث میں ایسی الجھ جائے کہ اس کا کام صرف ریڈیو اور ٹی وی دیکھنا اور ابلاغ عامہ کے ذرائع میں سے صرف ڈش کو اپنا قبلہ بنا لینا ہو۔ یہ افراد عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں صرف اسی سیرو تفریح کے لیے آئے ہیں، باقی تمام کام، مسائل کا حل کرنا، یو این او اور او آئی سی جیسی کاغذی تنظیموں کا کام ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ بعض اوقات چند اسلامی ممالک کی طرف بھی رہنمائی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ممالک ان کی طرف سے مسائل کو حل کرا دیں اور بغیر کسی قربانی، محنت، اور تکلیف کے ان کے سارے مسائل و مشکلات حل ہو جائیں۔ شاید ایسے ہی افرادؐ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دن میں خواب دیکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری بات جو اس سے زیادہ سنگین اور میری نگاہ میں زیادہ توجہ طلب ہے، وہ نفسیات ہے جو امت کے بعض حضرات نے اپنے اوپر مسلط کر لی ہے، یعنی چاہے مسئلہ مسلمانوں پر ظلم کا ہو یا غیر مسلموں پر، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر معاملے میں ڈور ہلانے والے بعض مخصوص ممالک ہیں۔ کسی مسئلے کا حل ان کی شراکت اور ان کی منظوری کے بغیر نہیں ہو گا۔ اس لیے امت مسلمہ کے مسائل و مفادات کا تحفظ بھی وہی ممالک کر سکیں گے۔ زیادہ واضح طور پر، ان کی نگاہ میں امریکہ کو آمادہ کیے بغیر نہ مسئلہ کشمیر طے ہو سکتا ہے نہ کسی مسلمان ملک میں اس کی اپنی پارلیمنٹ اور اس کے اپنے عوام اپنے وزیراعظم کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی مرضی کے بغیر وزرائے اعظم، سربراہان فوج، غرض کسی بھی ذمہ دار کا انتخاب یا تقرر نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک انتہائی حساس نفسیاتی مرض ہے جس میں ایک مریض مکمل طور پر اپنی قوت کارکردگی کو کسی بیرونی اور موہوم ہستی کے تابع کر دیتا ہے اور اپنی تمام کمزوری، نااہلی، سستی، لاپرواہی اور عدم صلاحیت کو دوسرے کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے۔ یہ ایک فرار کی شکل بھی ہے کہ اپنی عدم کارکردگی کو دوسرے کی سازش اور چال کے پردے میں چھپا لیا جائے۔ اس مرض کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ نقادانہ معروضیت کے ساتھ لیا جانا چاہیے تاکہ امت مسلمہ کے اس حصے کو اس مرض سے نکالا جا سکے جو کم ہونے کے باوجود ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے۔

تیسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ مسلمانوں کو جس بنا پر امت کہا گیا، قرار دیا گیا، وہ ان کا نسب، خون، رنگ، زبان یا علاقائی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف ایک بنیاد ہے یعنی امربالمعروف ونہی عن المنکر۔ قرآن پاک نے معروف کی اصطلاح کو اس حق، عدل، صدق اور بر کے لیے استعمال کیا ہے جو مطلق ہو اور اضافی نہ ہو۔ ایسے ہی منکر کی اصطلاح کو ضلالہ، ظلم، کفر، فحش، کذب وغیرہ کے لیے استعمال کیا ہے اور یہ بھی مطلق معنی میں ہے۔ گویا یہ افراد کے تعلق سے تبدیل نہیں ہوتا۔ ظلم ایک مسلمان پر ہو رہا ہو یا ایک غیر مسلم پر، وہ ظلم ہی رہتا ہے اور جس طرح امت مسلمہ کی ذمہ داری ایک جسد واحد ہونے کی بنا پر اپنے مسلمان بھائی کو ظلم سے نجات دلانا ہے (انصر اخاکم ظالمًا او مظلومًا) ایسے ہی امت مسلمہ کی ذمہ داری ایک غیر مسلم کو بھی ظلم سے نجات دلانے کی ہے۔ اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کی شان نزول میں یہ ہے کہ مشرک اور کافر کے معاملے میں بھی شہادت حق دی جائے۔ یہ اضافی معاملہ نہیں ہے بلکہ مطلق معاملہ ہے۔ گویا امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ جہاں کہیں بھی ظلم ہو رہا ہو، وہ اس پر ایک واضح موقف اختیار کرے جو مداہنت پر نہیں، حق پر مبنی ہو۔ یہاں یہ بات بھی واضح طور پر سمجھ لیں کہ خود یہ طرز عمل بھی کافی نہیں ہے کہ امت کے تمام مسائل کے حل کرنے کی ذمہ داری ان برسراقتدار افراد پر ڈال دی جائے جو خود امت کے نمایندے نہیں کہے جا سکتے۔ مسائل کا حل، مسلمانوں کی امداد، مظلوموں کو ظلم سے نجات دلانا،

© rasailojaraid.com

محض حکومتوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس میں امت مسلمہ کا ہر فرد اور بالخصوص تحریکات اصلاح کی بڑی مسئولیت اور جواب دہی ہے۔ ہم اتنے کمزور اور بے بس بھی نہیں ہیں جتنا ہم نے اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر بنا لیا ہے۔ میں امت مسلمہ کی طرف سے بہت زیادہ پرامید ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس میں آج بھی وہ صلاحیت ہے کہ عالمی طور پر اپنے اصلاحی کردار کو ادا کر سکے اور تاریخ دانی سے آگے نکل کر تاریخ سازی کا کام سرانجام دے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

دعوتی کام کرنے والے کارکنوں کے لیے خوبصورت تحفہ

مولانا محمد یوسف اصلاحی

شعورِ حیات

مؤثر اندازِ تحریر —— تربیت اور تزکیہ کے لیے انتہائی مفید

• نئے خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ • کمپیوٹرائزڈ کتابت

جلد اوّل :/39 روپے   جلد دوم :/39 روپے

البدر پبلی کیشنز، 23 - راحت مارکیٹ، اردو بازار لاہور 54000